قولِ صحابی کی فقہی حیثیت

عرفان خالد ڈھلوں لیکچرار گورنمنٹ کالج راوی روڈ، شاہدرہ لاہور

فقہ اسلامی کے بنیادی ماخذ دو ہیں:

۱-قرآن مجید: جو کلام الٰہی ہے، حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، ہم تک تواتر سے پہنچا اور جس کی تلاوت عبادت قرار دی گئی ہے۔

۲-احادیث: جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر مشتمل ہیں۔

۳-اجماع: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اجماع اور قیاس کو بھی اسلامی قانون کے ماخذ تسلیم کیا گیا ہے واقعہ کے بارے میں حکم شرعی پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے۔

۴-قیاس: جس مسئلہ کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی حکم موجود نہ ہو اس کو کسی دوسرے حکم کے ساتھ جو قرآن و سنت میں موجود ہو، علت میں مشترک ہونے کے سبب ملانے کو قیاس کہتے ہیں۔

بعض ماخذ ایسے ہیں جن کے بارے میں ماہرین فقہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ انہیں ماخذ شمار کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ انہیں میں سے ایک قول صحابی ہے فقہاء کا ایک طبقہ قول صحابی کو شرعی حجت اور دلیل تسلیم کرتا ہے اور دوسرا طبقہ اسے شرعی حجت اور واجب الاتباع قرار نہیں دیتا۔

قول صحابی کی فقہی حیثیت کا جائزہ لینے سے قبل اس امر کا تعین کرنا ضروری ہے کہ صحابی کسے کہتے ہیں اور دین اسلام میں صحابی کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ کیونکہ کوئی فرد جتنا زیادہ اہم اور صاحب مرتبہ ہوگا اس کے قول کو اسی درجہ اہمیت حاصل ہوگی۔

صحابی کی تعریف

لفظ صحابی اسم جنس ہے اسم وصف نہیں لہذا صحابی کا اطلاق مرد و عورت دونوں پر یکساں ہوگا(۱)

علمائے حدیث کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے:

"ہو کل من لقی النبیؐ مومنا به ومات مسلماً سواء أطالت صحبته أم لم تطل" (۲)

وہ شخص صحابی ہے جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان کی حالت میں ان سے ملا اور مسلمان ہی فوت ہوا۔ خواہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا زمانہ طویل پایا یا مختصر۔

اس تعریف کی روشنی میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱)- ایک صحابی کے لیے ضروری ہے کہ اس نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو۔ آپ ﷺ سے ملاقات ضروری ہے آپ ﷺ کو دیکھنا ضروری نہیں۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا تھے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا نہیں لیکن وہ صحابی ہیں۔

(۲)- جس نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا، آپ پر ایمان لایا لیکن آپ سے ملاقات نہ کرسکا وہ صحابی نہیں جیسے علقمہ اور الاسود وغیرہ (۳)

(۳)- اپنی وفات کے وقت صحابی ایمان کی دولت سے مالامال ہو۔

(۴)- اگر ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوگیا پھر اس نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی یا آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام قبول کیا اور مسلمان فوت ہوا، وہ صحابی ہے مثلاً اشعث بن قیس نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اسلام قبول کیا، آپ کی وفات کے بعد ارتداد کا ارتکاب کیا پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد حکومت میں دوبارہ اسلام قبول کیا اور اسلام پر وفات ہوئی (۴) لیکن اگر ایک شخص نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ سے ملاقات کی اور وہ مرتد ہو کر مرا، وہ صحابی نہیں جیسے عبداللہ بن جحش، ربیعہ اور مسروق بن امیہ وغیرہ (۵)

(۵)- نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے میں مدت زمانہ کی کوئی قید نہیں ہے یہ عرصہ طویل بھی ہوسکتا ہے اور مختصر بھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضور اکرم ﷺ کی معیت میں سب سے زیادہ رہنے کا شرف حاصل ہے جبکہ حضرت جریر

بن عبداللہ بجلی حضور اکرم ﷺ کی وفات سے صرف چالیس روز قبل مسلمان ہوئے تھے(۶) دونوں صحابی ہیں۔

علمائے اصول کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے:

"ہو کل من لقی النبیؐ مومناً به ولازمه زمناً طویلاً حتی صار یطلق علیه اسم الصاحب عرفاً. (۷)

ہر وہ شخص صحابی ہے جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان کی حالت میں ان سے ملا ہو اور اس قدر طویل عرصہ آپ ﷺ کی صحبت میں گذارا ہو کہ اس پر عرف عام میں صاحب کے نام کا اطلاق ہو۔

ابن الصلاح نے اصولیین کے نزدیک صحابی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

من طالت صحبته للنبیؐ وکثرت مجالسته له علی طریق التبع له والأخذ عنه". (۸)

صحابی وہ ہے جس نے نبی کی اتباع اور ان سے اخذ کرنے کی غرض سے آپ کی صحبت میں طویل زمانہ گذارا ہو اور آپ ﷺ کی مجالس میں کثرت سے رہا ہو۔

اصولیین کی تعریف کی روشنی میں مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱)۔ان کے نزدیک بھی صحابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی پر ایمان کی حالت میں ان سے ملا ہو۔

(۲)۔البتہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ صحبت کے زمانہ کی مدت کو بہت اہمیت دی ہے صحابی کے لیے ضروری ہے کہ اس نے حضور ﷺ کے ساتھ اتنا طویل عرصہ گذارہ ہو کہ اس پر عرف عام میں صاحب کا اطلاق ہو سکے مثلاً خلفائے راشدین وغیرہ۔اس شخص پر صحابی کا اطلاق نہیں ہوگا جس نے کسی روز نبی اکرم ﷺ کو دیکھ لیا یا کسی غرض سے آپ کے پاس ٹھرا اور پھر چلا گیا۔سعید بن المسیب اس شخص کو صحابی قرار دیتے ہیں جس نے کم از کم ایک سال نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں گزارہ ہو یا نبی کے ہمراہ کم از کم ایک غزوہ میں شرکت کی ہو۔(۹) اس شرط کی روشنی میں وائل بن حجر، مالک بن

حویرث اور عثمان بن ابی العاص وغیرہ صحابی کی تعریف سے خارج ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ بہت قلیل وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس ٹھرے پھر چلے گئے تھے (۱۰) اسی طرح حسان بن ثابت اور جریر بن عبداللہ البجلی بھی صحابی نہیں رہتے کیونکہ حضرت حسان بن ثابت نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی نبی اکرم ﷺ کی وفات سے صرف چالیس روز قبل ایمان لائے تھے (۱۱)

(۳)- صحابی کا نبی اکرم ﷺ کی صحبت اور مجالس میں شرکت کا مقصد آپ سے اخذ کرنا، سیکھنا اور اپ ﷺ کی اتباع کرنا ہو۔ اگر اس طرح کا کوئی استفادہ نہیں کیا تو پھر وہ فنی اعتبار سے صحابی نہیں ہے،

محدثین اور اصولیین کے مابین صحابی کی تعریف میں اختلاف دراصل علم حدیث اور علم فقہ دونوں کے میدان ہائے کار مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔ محدثین ہر اس شخص پر صحابی کا اطلاق کرتے ہیں جس نے نبی اکرم ﷺ سے ایک حدیث یا ایک جملہ ہی روایت کیا ہو۔ محدثین کا مقصد نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو زیادہ سے زیادہ اکھٹی کرنا تھا۔ اگر وہ صحبت رسول ﷺ کی مدت کی قید لگادیتے تو بہت سے صحابہ اکرام کی روایتیں آج احادیث کی کتب میں موجود نہ ہوتیں۔

محدثین کے مقابلے میں اصولیین کے سامنے فقہ اسلامی اور اس کے اصولوں کی تدوین کا کام تھا لہذا انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جس سے حدیث کی شکل میں دین کا کوئی حصہ لیا جائے وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں کم از کم اتنا عرصہ گزار چکا ہو کہ اسے شریعت اسلامی کے مزاج اور مقاصد سے آگاہی حاصل ہو، وہ احکامات قرآنی کے اسباب نزول سے واقف ہو اور اس نے اپنے سامنے احکامات شریعت کو صاحب شریعت کی شخصیت میں رو بہ عمل دیکھا ہو۔

زیر بحث موضوع کے لیے اصولیین کی تعریف کو اختیار کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قول صحابی کو قبول کرنے یا نہ کرنے سے فقہ اسلامی اور اس کی تفصیلات پر گہرے اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ جو صحابی نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے جتنا زیادہ عرصہ

اقوال کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ شرعی حجت ہیں انہیں سنت رسول اور صحابی کی روایت سمجھا جائے گا۔(۳۶) اور ایسا قول مرفوع حدیث کا درجہ حاصل کر لے گا۔(۳۷) مرفوع حدیث کی تعریف یہ ہے:

ما اضیف الی النبیؐ من قول أوفعل أوتقریر أوصفة. (۳۸)

جس قول، یا فعل، یا تقریر یا صفت کی اضافت نبی اکرم ﷺ کی طرف کی جائے مرفوع حدیث حجت ہے۔(۳۹)

اگر قول صحابی کی اضافت نبی کے زمانے کی طرف نہیں ہے مثلاً صحابی کا قول یوں ہو:

"کنا نفعل کذا" ہم یہ کیا کرتے تھے یا

"فعلنا کذا" ہم نے یہ کیا

جیسے حضرت جابر علیہ السلام کا قول ہے:

کنا اذا صعدنا کبرنا واذا نزلنا سبحنا". (۴۰)

جب ہم بلندی کی طرف چڑھتے۔ تو اللہ اکبر کہتے اور جب ہم نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے

ایسا قول موقوف حدیث کی قبیل سے ہے۔(۴۱) موقوف حدیث کی تعریف یہ ہے:

ما اضیف الی الصحابی من قول أو فعل أوتقریر. (۴۲)

جس قول، فعل یا تقریر کی اضافت صحابی کی طرف کی جائے اور موقوف حدیث حجت نہیں ہے ۴۳ لهذا ایسے اقوال وجب الاتباع نہیں ہیں۔

پانچویں قسم جن مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے میں عقل کا دخل نہیں ہے اور وہ رائے اور اجتہاد سے معلوم نہیں ہوسکتے تو پھر ان مسائل کے بارے میں یقیناً صحابہ کرام علیہ السلام کے اقوال بھی اجتہاد اور ذاتی رائے پر مبنی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے ان کا حکم نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوگا۔

مثلاً حضرت عائشہ رضی کا قول ہے:

دیکھیے صفحہ 48 (۴۸) ر -

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ ایسے لوگ حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

جن صحابہ کرام نے بیعت رضوان میں حصہ لیا ان کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

لقد رضی الله عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجره فعلم ما فی قلوبهم فأنزل السکینه علیهم و اثابهم فتحا قریبا(۱۵)

اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرر ہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔

رسول اکرام ﷺ نے اپنے صحابہ کے بارے میں عمران بن حصین کی ایک روایت میں فرمایا:

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال عمران لاأدری أذکر بعد قرنه قرنین أو ثلاثه.(۱۶)

میری امت میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر ان کا جو اس کے بعد متصل ہوں گے پھر ان کا جو اس کے بعد متصل ہوں گے۔ عمران بیان کرتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ آپ نے اپنے قرن کے بعد دو قرنوں کا ذکر فرمایا یا تین کا۔

ابو سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا تسبّوا اصحابی فلو أن احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مدّ أحدهم ولا نصیفه.(۱۷)

میرے صحابہ کو برا مت کہو اس لیے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو میرے صحابی کے ایک مد (کلو بھر وزن) یا آدھے مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

ایک اور فرمان رسول ﷺ ہے:

فمن أحبهم فبحبى أحبهم ومن أبغضهم فببغضى أبغضهم. (۱۸)

جس نے ان صحابہ سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔

ابو عروہ زبیرہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا تھا۔ امام مالک نے یہ آیت تلاوت کی:

..... ليغيظ بهم الكفار. (۱۹)

تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں

پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی میں سے کسی ایک کے متعلق غیظ ہو وہ اس آیت کی زد میں ہے یعنی اس کا ایمان خطرے میں ہے کیونکہ اس آیت میں کسی صحابی سے غیظ کو کفر کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

تمام صحابہ عادل ہیں

علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان کے کردار اور عدالت پر تنقید نہیں کی جائے گی۔

الشوکانی کہتے ہیں:

أن الصحابه كلهم عدول. (۲۱)

تمام صحابہ عدول ہیں۔

ابن الصلاح کا کہنا ہے:

لايسئال عن عدالة احد منهم. (۲۲)

صحابہ میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

امت مسلمہ نے جب تمام صحابہ کرام کو عادل قرار دے دیا ہے تو اس کا یہ مطلب

ہرگز نہیں ہے کہ وہ معصوم ہیں ان سے کوئی غلطی یا خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔ معصوم عن الخطا صرف نبی کی ذات ہے۔ صحابہ کو عدول قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام میں ان کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے ان کی ذات اور کردار جرح و تعدیل کی زد سے باہر ہے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے ابن الأنباری کہتے ہیں:

و لیس المراد بعد التهم ثبوت العصمه لهم و استحاله المعصیه علیهم و انما المراد قبول روایاتهم من غیر تکلف بحث عن اسباب العدالة وطلب التزکیه. (۲۳)

صحابہ کے عدول ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان کا معصوم ہونا ثابت ہوگیا ہے اور ان سے معصیت محال ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جرح و تعدیل اور تزکیہ میں پڑے بغیر ان کی روایات کو قبول کیا جائے گا۔

صحابہ معصوم نہیں ہیں لیکن ان سے کسی غلطی یا معصیت کا ارتکاب انہیں صحابیت کے دائرہ سے خارج نہیں کرتا۔

الشوکانی نے لکھا ہے:

فلم یقل قائل من اهل العلم أن ارتکاب المعصیه یخرج من کان صحابیا عن صحبته. (۲۴)

اہل علم میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ معصیت کا ارتکاب کرنے سے کوئی صحابی صحابیت سے خارج ہو جاتا ہے۔

قول صحابی کی فقہی حیثیت

صحابی کے قول میں رائے، اجتہادات، فتوے اور سرکاری فیصلے وغیرہ سب شامل ہیں۔ قول صحابی کی فقہی حیثیت کا جائزہ لینے کے لیے اس کو مندرجہ ذیل دس اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ وہ قول جو نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بیان کیا گیا۔

۲- وہ قول جو نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کا ہو اور قرآن و سنت کے مخالف ہو۔

۳- وہ قول جو نبی اکرم ﷺ کی سنت کے عین مطابق نکلے۔

۴- وہ قول جس میں کسی فعل یا ترک فعل کی خبر ہو اور اسکی اضافت عہد رسالت کی طرف ہو۔

۵- وہ قول جو ان مسائل سے متعلق ہو جس کا شرعی حکم معلوم کرنے میں عقل و اجتہاد کا دخل نہ ہو۔

۶- وہ قول جس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق پایا جاتا ہو۔

۷- وہ قول جو صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو اور وہ اپنے اس قول میں اکیلے ہوں۔

۸- وہ قول صحابی جس کے مقابلے میں دیگر صحابہ کے اختلافی اقوال بھی پائے جاتے ہوں۔

۹- وہ قول جس میں کسی قرآنی آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہو۔

۱۰- وہ قول جس سے کسی صحابی نے رجوع کر لیا ہو۔

پہلی قسم اگر کسی صحابی نے کوئی قول یا فتوی نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں دیا تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی تائید فرمائی یا مخالفت فرمائی۔ اگر رسول اکرم ﷺ نے صحابی کی اجتہادی رائے یا فتوی کی مخالفت فرمائی تو ایسی رائے یا فتوی کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن اگر آپ ﷺ نے اس کی تائید فرمائی تو نبی کی تائید و حمایت کی وجہ سے ایسا فتوی شرعی نص ہوگا اور سنت رسول میں شمار ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کسی شخص یا ادارہ کو مقنّن کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ نبی خود صاحب تشریع ہوتے ہیں، جن امور کی وہ مخالفت فرمادیں وہ کالعدم تصور ہوتے ہیں اور جن کی تائید فرمادیں وہ سنت رسول کے تحت آکر شرعی دلیل اور حجت بن جاتے ہیں ایسی ہی ایک مثال حضرت علیؓ کے فتوے کی ہے جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں دیا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تائید فرمائی تھی۔ ابن قیم نے اس واقعے کو نقل کیاہے۔ (۲۵)

یمن میں کچھ افراد نے ایک کنواں کھودا۔ اس میں ایک آدمی گر گیا۔ وہ دوسرے کے ساتھ لٹک گیا۔ دوسرا تیسرے کے ساتھ اور تیسرا چوتھے کے ساتھ لٹک گیا۔ اس طرح سب کے سب گر کر مر گئے۔ ان کے وارثوں نے یہ مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو لوگ کنویں پر موجود تھے انہیں حاضر کرو۔ جب سب آ گئے تو آپ نے پہلے شخص کے لیے چوتھائی دیت دینے کا حکم دیا (کیونکہ جس وقت وہ ہلاک ہوا کنویں پر تین افراد تھے) دوسرے کے لیے آپ نے تہائی دیت دینے کا حکم دیا (کیونکہ جس وقت وہ مرا تو اس کے اوپر دو افراد تھے) تیسرے کے لیے آپ نے نصف دیت کا حکم دیا (کیونکہ اس کی ہلاکت کے وقت اس کے اوپر ایک فرد تھا) اور چوتھے کے لیے آپ نے پوری دیت دینے کا حکم دیا اور کہا کہ جو لوگ کنویں کے کنارے پر موجود تھے وہ دیت ادا کریں۔ جب یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا علیؓ نے جو فیصلہ کیا وہ درست ہے۔

لہذا نبی کی حمایت و توثیق یافتہ قول صحابی کی حیثیت سنت رسول جیسی ہوگی۔

دوسری قسم وہ قول صحابی جو نبی کی زندگی کے بعد کا ہو لیکن قرآن وسنت کے خلاف ہو تو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اس لیے کہ قرآن وسنت کے خلاف کسی قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ایسے اقوال نہ تو حجت ہیں اور نہ قابل تقلید بلکہ قرآن وسنت کے مقابلے میں واجب الترک ہیں۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے:

فان خير هذه الأمه أكثرها نساء. (٢٦)

اس امت کا بہترین وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

حضرت ابن عباس کے اس قول میں زیادہ بیویاں رکھنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور کثرت ازواج والے کو امت کا بہترین فرد کہا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اگرچہ مخصوص مصالح کے تحت چار کی تعداد تک بیویاں رکھنے کی صرف اجازت ہے مگر یہ اجازت بھی عدل سے مشروط ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنٰی وثلاث و ربٰع فان خفتم ألا تعدلو افواحدة. (۲۷)

پس جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین یا چار چار سے نکاح کرلو، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔

انسان عدل کی یہ شرط کس حد تک پوری کرسکتا ہے اس ضمن میں اس کے خالق اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا ہے:

ولن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم. (۲۸)

بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہوسکتے۔

بیویوں کے درمیان عدل کرنے کی استطاعت نہ ہونے کی بشری کمزوری کے تحت انسان کو کہا گیا ہے کہ وہ ایک پر اکتفا کرے۔ اور ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی رغبت کی حوصلہ شکنی کی گئی۔

ابو سعید الخدری نے نبی اکرم ﷺ کا ایک قول مبارک روایت کیا ہے:

وانی لأکثر الأنبیاء تبعا یوم القیامة. (۲۹)

اور میرے تابعدار یعنی میری امت کے لوگ قیامت کے دن سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گے۔

چونکہ نبی اکرم ﷺ کو سابقہ تمام انبیاء کرام سے زیادہ قیامت تک کا زمانہ عطا ہوا ہے اس لیے آپ ﷺ کی امت تعداد کے لحاظ سے سابقہ امتوں سے بڑی ہوگی۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ اولاد پیدا کرنے کے اسباب مہیا کرنے چاہییں تاکہ قیامت کے روز امت محمدیہ کی تعداد سابقہ امتوں سے زیادہ ہو۔ امت کی تعداد بڑھانے کے لیے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ کثرت اولاد ضروری ہے لیکن کثرت اولاد کے لیے کثرت ازواج ضروری نہیں ہے۔

مزید یہ کہ قرآن مجید کے نزدیک ایک شخص کا بہترین یا عزت والا ہونے کے لیے

یہ ضروری ہے کہ اس میں خوف خدا اور پرہیزگاری زیادہ ہو۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم. (۳۰)

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

لہذا یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس علیہ السلام کا یہ قول کہ اس امت کا بہترین شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں، قرآن و سنت کے مجموعی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری قسم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اگر صحابی نے کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کوئی شرعی حکم نہ ملنے کی وجہ سے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے کوئی فتویٰ دیا ہو اور وہ سنت رسول کے عین مطابق نکلا تو ایسا فتویٰ بھی سنت رسول کے حکم میں داخل ہوگا اور شرعی حجت تسلیم کیا جائے گا۔ اس کی مثال حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتوے کی ہے جسے النسائی نے اپنی "السنن" میں بیان کیا ہے۔

"عن عبداللّٰہ: أنه أتاه قوم فقالوا ان رجلامنّاتزوج امرأة، ولم يفرض لها صداقا، ولم يجمعها اليه حتى مات. فقال عبداللّٰه: ما سئلت منذ فارقت رسول اللّٰہ أشد على من هذه، فأتوا غيرى. فاختلفو اليه فيها شهرا، ثم قالوا له فى آخر ذلک من نسأل ان لم نسألک. وأنت من جلّة اصحاب محمدٌ بهذاالبلد. ولانجد غيرک. قال: سأقول بجهد رأى، فان كان صوابا فمن الله وحده لاشريک له وان كا خطأ فمني ومن الشيطان. والله ورسوله منه برآء. أرى أن أجعل لها صداق نسائها ولا وكس ولا شطط، ولها الميراث، وعليها العده أربعه أشهر وعشرا. قال: وذلک بسمع أناس من أشجع، فقاموا فقالو: نشهد أنک قضيت بما قضى به رسول اللّٰہ فى امرأه منا يقال لها بروع بنت واشق. قال:

فما رُئيي عبدالله فرح فرحه يومئذ الا باسلامه . (۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے عورت سے نکاح کیا اور مہر مقرر نہ کیا اور نہ ہی اس سے مجامعت کی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا۔ عبداللہ نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات سے آج تک مجھ سے اس مسئلہ سے زیادہ مشکل مسئلہ نہیں پوچھا گیا تھا۔ تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ وہ لوگ ایک ماہ تک اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف کرتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ سے نہ پوچھیں تو پھر کس سے پوچھیں۔ آپ اس شہر میں حضور ﷺ کے جیّد صحابہ میں سے ہیں آپ کے علاوہ ہم کسی اور کو نہیں پاتے۔

آپ نے کہا: میں اپنی رائے بیان کردیتا ہوں۔ اگر یہ درست ہوئی تو یہ اللہ کی طرف سے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور وہ ایک ہے۔ اگر یہ رائے غلط ہوئی تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اس عورت کو اپنے خاندان والی عورتوں کی طرح مہر مثل ملنا چاہیے۔ اس کا میراث میں حصہ ہے اور وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے گی۔

انہوں نے کہا: ان لوگوں میں سے اشجع (معقل بن سنان) نے بھی سنا۔ وہ سب کھڑے ہوگئے اور کہا ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ہم میں سے ایک عورت بروع بنت واشق کا ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔

انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود اس روز اتنے خوش نظر آتے تھے کہ اسلام قبول کرنے کے واقعے کے علاوہ اتنے خوش پہلے کبھی نظر نہ آئے تھے۔

چوتھی قسم قول صحابی کی ایک قسم وہ ہے جس میں کسی فعل یا ترک فعل کے بارے میں خبر ہو اور اس کی اضافت نبی اکرم ﷺ کے زمانے کی طرف ہو۔ مثلاً" **كنا نقول و رسول الله فينا**" ہم یہ کہتے تھے اور اللہ کے رسول ہمارے درمیان موجود ہوتے تھے یا "**كنا نفعل و رسول الله فينا**" ہم ایسا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ہمارے درمیان

موجود ہوتے تھے۔ جیسے حضرت انس بن مالکؓ کا قول ہے:

كنا نسا فر مع النبيٌ فلم يعب الصائم على المفطر ولا المفطر على الصائم .(۳۲)

ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تو روزہ دار روزہ نہ رکھنے والوں کو اور نہ غیر روزہ دار روزہ والوں کو برا بھلا کہتا۔

اسی طرح اگر صحابی کا قول مندرجہ ذیل الفاظ سے شروع ہو:

جیسے حضرت انسؓ کا ہی ایک قول ہے:

أمر بلال أن يشفع الأذان ويوتر الاقامه الا الاقامه.(۳۳)

حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان میں جفت کلمات کہیں اور اقامت میں سوائے قدقامت الصلوہ کے طاق کلمات کہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ انہیں اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے۔ جب حضرت عمرؓ کام سے فارغ ہوئے تو انہیں بلوایا اور واپس چلے جانے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (عبداللہ بن قیسؓ) نے فرمایا:

كنّانومر بذلک.(۳۴) ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا۔

یا قول صحابی کے الفاظ اس طرح سے ہوں:

"نهينا عن كذا" ہمیں اس سے منع کیا گیا یا

جیسے ام عطیہ کا قول ہے:

"نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا".(۳۵)

ہم عورتوں کو جنازوں کے پیچھے جانے سے روکا گیا اور جنازوں کے ساتھ جانا ہمارے لیے ضروری خیال نہیں کیا گیا۔

مندرجہ بالا تمام اقوال کی اضافت عہد رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے اس طرح کے

فیض یاب ہوا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مزاج شریعت سے آگاہ ہوگا اور اس کے قول اور فتوے میں اتنی ہی زیادہ پختگی ہوگی۔

مقام صحابی صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو مان کر اسلام قبول کیا اور ہر مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور دین کے احکامات کو براہ راست نبی سے سیکھا۔ دین اسلام میں صحابہ کرام علیہ السلام کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس کے ذریعے قرآن مجید اور احادیث آج ہم تک پہنچی ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث دونوں میں صحابہ کرام کی فضیلت کے بارے میں متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے جس سے ان کا مقام و مرتبہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

قرآن مجید میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

والسابقون الأولون من المهاجرين والانصار .....ذلک الفوزالعظیم (۱۲)

اور مہاجرین و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ اس کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

شرکاء غزوہ بدر کے بارے میں ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے فرمایا:

اعملو ما شئتم فقد غفرت لکم (۱۳)

جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

غزوہ احد میں اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ دیتے ہوئے جان قربان کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

ولا تقولو لمن يقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (۱۴)

٢:١٥٤

لا یمکث الولد فی بطن أمه اکثر من سنتین. (۴۴)

بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ عرصہ نہیں رہتا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

ان أقل الحیض ثلاثة ایام. (۴۵)

حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے۔

اسی طرح بعض صحابہ کا مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں یہ قول ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔(۴۶)

قول صحابی کی یہ قسم موقوف حدیث کہلائے گی لیکن اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہوگا۔(۴۷) اور ایسا قول شرعی حجت مانا جائے گا۔

چھٹی قسم چھٹی قسم اس قول کی ہے جس پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق پایا جائے۔ کسی قول پر تمام صحابہ کا اتفاق اجماع کہلائے گا۔اور اجماع صحابہ بلا اختلاف شرعی حجت ہے۔ اجماع صحابہ اس لیے حجت ہے کہ اس میں اجماع کی خوبی پائی جاتی ہے اس وجہ سے حجت نہیں کہ یہ صحابہ کا مذہب ہے۔(۴۸)

امام ابوحنیفہ کا قول ہے:

اذا اجمعت الصحابة علی شئی سلّمنا. (۴۹)

جس چیز پر تمام صحابہ اکٹھے ہوجائیں ہمیں تسلیم ہے۔

الشوکانی کہتے ہیں:

اجماع الصحابة حجة بلاخلاف. (۵۰)

اجماع صحابہ بلا اختلاف حجت ہے

فقہ اسلامی میں ایسے بہت سے مسائل ملتے ہیں جن پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوا ہے اور وہ آج اسلامی قانون کا حصہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دادی کے لیے میراث میں چھٹے حصے کا حکم نافذ فرمایا(۵۱) اور اس پر اجماع صحابہ ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی تجویز کو مانتے ہوئے شراب نوشی پر چالیس کوڑوں سے بڑھا کر اسّی کوڑوں کی سزا کا حکم

جاری کیا اور شراب نوشی پر اسّی کوڑوں کی سزا پر اجماع صحابہ منعقد ہوا۔(۵۲) سؤر کی چربی حرام ہونے پر صحابہ کے مابین اتفاق ہے۔(۵۳) اس بات پر بھی اجماع ثابت ہے کہ مسلمان عورت کا غیر مسلم مرد کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔(۵۴) ایک عورت اور اسکی پھوپھی یا خالہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں ایسے نکاح کی تحریم بھی اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔(۵۵) اجماع صحابہ اس مسئلہ پر بھی ہے کہ وہ اراضی جس پر مسلمانوں نے جنگ اور فتح سے قبضہ کیا ہوا سے مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جائے گا۔(۵۶)

کیا اجماع سکوتی حجت ہے؟ اگر کوئی قول صحابی مشہور ہو لیکن تمام صحابہ کی جانب سے نہ تو اس قول سے صریح الفاظ میں اتفاق کیا گیا ہو اور نہ ہی اختلاف بلکہ انہوں نے سکوت اختیار کیا تو اسے اجماع سکوتی کہا گیا ہے اور جو لوگ اجماع سکوتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک ایسا قول بھی شرعی حجت ہے۔

اجماع سکوتی کے بارے میں مذاہب اربعہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے(۵۷)

احناف اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اجماع صریح کی طرح اجماع سکوتی کی بھی مخالفت جائز نہیں ہے اگرچہ یہ قوت میں اجماع صریح سے کم ہے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ سکوت کو رضامندی پر محمول کیا جائے گا اور اس وقت تک اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب نہیں سمجھا جائے گا جب تک اس پر کوئی اور قرینہ موجود نہ ہو۔

مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اجماع سکوتی اجماع نہیں ہے کیونکہ خاموش کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ خود کوئی بات نہ کہے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ سکوت کو رضامندی اور موافقت پر ہی محمول کیا جائے۔

کسی چیز کو فقہ اسلامی کے لیے شرعی دلیل اور حجت بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ واضح اور قطعی ہو۔ سکوت کے حق میں جو دلائل ہیں وہ وزنی نظر نہیں آتے اجماع سکوتی رضامندی اور موافقت بتلانے میں اجماع صریح کی مانند نہیں ہوسکتا۔ ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ سکوت اختیار کرنے کی بجائے واضح طور پر اپنی رائے کا اظہار کرے اور اگر

کسی باطل رائے پر اجماع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے موقع پر مجتھد پر خاموش رھنا حرام ہے۔ خاموشی کو ہمیشہ رضامندی نہیں کہا جاسکتا۔

ایک قاعدہ کلیہ ہے:

"لاینسب الی ساکت قول". (۵۸)

خاموش شخص کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ اگر دیگر قرائن واحوال اس بات پر دلالت کریں کہ صحابہ کرام علیہ السلام کی خاموشی میں رضامندی مضمر تھی تو پھر ایسا سکوت اجماع صحابہ کی ہی شکل ہوگا ۵۹

کیا خلفائے راشدین یا دو خلفاء کا اتفاق اجماع ہے؟

قول صحابی کے شرعی حجت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو۔ دو یا چند صحابہ کا اتفاق اجماع نہیں کہلائے گا۔

بعض حنفی فقہاء مثلاً عباسی خلیفہ معتضد باللہ کے عہد میں قاضی ابو حازم کی یہ رائے تھی کہ کسی مسئلہ پر چاروں خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر علیہ السلام، حضرت عمر علیہ السلام حضرت عثمان علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کا اتفاق اجماع کا اثر رکھتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کی بھی یہی رائے تھی۔ بعض فقہاء نے اور زیادہ تحدید کی ہے انہوں نے اجماع کے لیے پہلے دو خلفاء یعنی حضرت ابو بکر علیہ السلام اور حضرت عمر علیہ السلام کے اتفاق کو کافی سمجھا ہے۔ (۶۰) رضی اللہ عنہ

لیکن جمہور فقہاء نے اس رائے کو پسند نہیں کیا کیونکہ دو یا چند صحابہ کا اتفاق اجماع کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ اجماع کے لیے ضروری ہے کہ تمام مجتھد صحابہ کا اس قول پر اتفاق ہو۔ ایک صحابی کی اختلافی رائے بھی اس قول کو اجماع کی صفت سے محروم کردے گی خلفائے راشدین کل صحابہ نہیں ہیں بلکہ صحابہ کا ایک حصہ ہیں

الشوکانی نے جمہور فقہاء کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے:

اجماع الخلفاء الأربعه ليس بحجه لأنهم بعض الأمه. (٦١)

چاروں خلفاء کا اجماع حجت نہیں ہے کیونکہ وہ امت کا ایک حصہ ہیں۔

اگر کسی قول پر چاروں خلفائے راشدین کا اتفاق ہو تو اس قول کی اہمیت کو کسی دوسرے زاویۂ نظر سے دیکھا جاسکتا ہے، لیکن اسے اجماع کی حیثیت نہیں دی جائے گی۔

ساتویں قسم قول صحابی کی ساتویں قسم ایک ایسا قول ہے جو صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو اور وہ صحابی اپنے اس قول میں اکیلے ہوں اس قول پر صحابہ کا اجماع ثابت نہ ہو۔ فقہاء کے مابین اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایسا قول شرعی حجت ہے یا نہیں۔ اس اختلافی مسئلہ میں فقہاء کرام کے دو واضح گروہ نظر آتے ہیں:

۱- پہلے گروہ کے نزدیک قول صحابی شرعی حجت ہے

۲- دوسرا گروہ اسے شرعی حجت تسلیم نہیں کرتا۔

پہلا گروہ جن فقہاء کے نزدیک قول صحابی شرعی حجت اور دلیل ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے ان میں سے مشہور فقہاء کے نام یہ ہیں:

امام ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام احمد بن حنبل سے ایک روایت۔ ابن الھمام۔ الرازی۔ البردعی۔ الکرخی۔ الشاطبی۔ ابن قیّم۔ محمد بن الحسن۔ ابن اسحاق راھویہ۔ ابوعبید۔ سعید بن جبیر اور حذیفہ وغیرہم۔

قول صحابی کی حجت کے قائلین اپنے موقف کی حمایت میں جن دلائل کو اساس بناتے ہیں ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں

پہلی دلیل: قران مجید: قرآن مجید کی بہت سی آیات قول صحابی کی حجت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱. اللہ تعالی نے فرمایا:

والسابقون الأولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه.....(٦٢)

اور مہاجرین و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوا اور

وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

اس آیت میں (باحسان) سے مراد اجتہاد کرنا نہیں خواہ وہ اجتہاد قول صحابی کی حمایت کرے یا مخالفت بلکہ (اتبعوھم باحسان) میں ہر وہ داخل ہے جو صحابی کے قول کے ساتھ مکمل موافقت کرے۔(۶۳)

مزید یہ کہ اس آیت میں اسلام میں سبقت کی بنا پر مہاجرین وانصار کی تعریف کی گئی ہے۔ اس آیت کا مقصد صحابہ کے اس استحقاق کو بیان کرنا بھی ہے کہ امت ان کی پیروی کرے جس نے بھی صحابہ میں سے کسی کی پیروی کی اللہ اس سے راضی ہوا اور اللہ کی رضا طلب کرنا واجب ہے جب اللہ صحابہ سے راضی ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحابہ کے اقوال وافعال سے راضی ہوا۔ اگر صحابہ کے اقوال وافعال میں اللہ کی رضا ہے تو پھر ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔

۲۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

یرفع الله الذین اٰمنو منکم والذین اوتوا العلم درجات. (۶۴)

تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔

اس آیت میں (العلم) سے مراد وہ علم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا۔ جب صحابہ کو ایسا علم دیا گیا ہے تو پھر ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔(۶۵)

۳۔ سورہ آل عمران کی ایک ایت ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر. (٦٦)

دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

اس آیت میں تمام امتوں پر صحابہ کرامؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور صحابہ کے

بارے میں ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور معروف میں حکم ماننا واجب ہے

۴۔ سورہ البقرہ میں فرمایا:

وکذالک جعلنا کم امه وسطالتکونو شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا۔ (٦٧)

اور اس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

اس آیت میں صحابہ کرام کے عدول ہونے کا اثبات پایا جاتا ہے۔(٦٨) چونکہ تمام صحابہ عدالت مطلقہ کے درجے پر فائز ہیں اس لیے ان کی اطاعت واجب ہے۔

۵۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:

ومن یعتصم بالله فقد هدی الی صراط مستقیم۔ (٦٩)

جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا

اس آیت سے یہ استدلال ہے کہ اللہ تعالی آگاہ فرمارہے ہیں کہ جنہوں نے اس کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی گئی۔ صحابہ کرام بلاشبہ معتصمون باللہ تھے اور وہ راہ راست کی طرف ہدایت یافتہ تھے اس لیے ان کی اتباع واجب ہے۔(٧٠)

٦۔ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے بارے میں فرمایا:

وجعلنا منهم أئمه یهدون بأمرنا لما صبروا وکانو بآیاتنا یوقنون۔ (٧١)

اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے جس وصف کی تعریف کی گئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ تمام امتوں سے زیادہ کامل یقین رکھنے والے اور صابر تھے لھذا صحابہ کرامؓ اس امت کی امامت کے منصب کے زیادہ

حقدار ہیں۔(۷۲)

دوسری دلیل: حدیث: نبی اکرم ﷺ کے متعدد اقوال بھی قول صحابی کے حجت پر دلالت کرتے ہیں

۱- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اصحابی کا لنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم. (۷۳)

میرے اصحابی ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی ہدایت حاصل کی

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کی پیروی کرنے میں ہی ہدایت ہے

۲- ایک اور فرمان رسول ہے

سألت ربی فیما اختلف فیه اصحابی من بعدی فأوحی الله الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزله النجوم فی السماء بعض ھا أضوأ من بعضٍ،فمن اخذ بشی مماھم علیه من اختلافھم عندی علی ھدی۷۴

میں نے اللہ تعالی سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا۔ اللہ نے مجھ پر وحی کی اے محمد بے شک تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ روشن ہیں۔ پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کسی بات کو لے لیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کی پیروی میں ہدایت ہے

۳- حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مھما اوتیتم من کتاب الله فالعمل به. لاعذر لأحدکم فی ترکه فان لم یکن فی کتاب الله،فسنة منّی ماضیة،وان لم یکن سنة منی ماضیة فما قال اصحابی.ان اصحابی بمنزلة النجوم فی

السماء. فايها اخذتم به اهتديتم. واختلاف اصحابى لكم رحمه". (۷۵)

جو کچھ تمہیں اللہ کی کتاب میں سے دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اس کو ترک کرنے کا عذر کسی سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر کتاب اللہ سے کچھ نہ ملے تو میری سنت پر عمل کرو اگر میری سنت سے کچھ نہ ملے تو قول صحابی پر عمل کرو۔ میرے صحابی آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کسی کے قول پر بھی تم نے عمل کیا، تم نے ہدایت حاصل کی۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"انی لا أدری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکروعمر" ۷۶

میں نہیں جانتا کہ میں تم میں کب تک رہوں۔ تم ان کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں۔ اور آپ ﷺ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی پیروی کی جائے۔

۵۔ عرباض بن ساریہ کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

م سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين عضّوا عليها بالنوا جذ. (۷۷)

میرے بعد بہت جلد تم شدید اختلاف دیکھو گے پس تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ لوگوں کی سنت کو زور سے دانتوں سے پکڑ لو۔

اس حدیث میں بھی نبی اکرم ﷺ نے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے۔

۶۔ ایک اور فرمان رسول ﷺ ہے

مثل اصحابى فى الناس كمثل الملح فى الطعام. (۷۸)

میرے صحابہ کی مثال لوگوں میں ایسے ہی ہے جیسے نمک کھانے میں

اس حدیث میں آپ ﷺ نے امت کے دین کی اصلاح کے لیے صحابہ کی اہمیت کو کھانے میں نمک سے مثال دے کر بیان کیا ہے کہ جیسے نمک سے کھانا بہتر ہوجاتا ہے اسی طرح صحابہ دین کی اصلاح کے لیے ضروری ہیں۔

تیسری دلیل: کسی مسئلہ کے بارے میں قول صحابی میں مندرجہ ذیل وجوہات میں سے ایک وجہ ضرور پائی جائے گی۔(۷۹)

۱- صحابی نے وہ قول رسول ﷺ سے سنا ہوگا۔

۲- انہوں نے وہ قول اس شخص سے سنا ہوگا جس نے وہ قول بذات خود نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو۔

۳- صحابی نے وہ بات قرآن کی کسی آیت سے سمجھی ہو جس کا مفہوم ہم پر پوشیدہ رہ گیا ہو۔

۴- وہ قول ایسا ہو جس پر علماء کی ایک بڑی تعداد کا اتفاق ہو مگر ہمارے پاس صرف ان کا قول ہی پہنچا ہو۔

۵- صحابی کو شریعت کی لغت اور الفاظ کے مفہوم کا ہم سے زیادہ علم ہو یا اس شرعی احکام کا ایسے حالات و قرائن اور دیگر ایسے متفرق و مجموعی امور سے تعلق ہو جن کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت میں رہ کر آپ کے افعال و اعمال کا مشاہدہ کر کے اور آپ کی سیرت و احوال سے متاثر ہو کر اور آپ ﷺ کے اقوال کو سن کر حاصل کیا ہو اور اس طرح انہیں آپ کے مقاصد کو سمجھنے کا براہ راست موقع ملا ہو اس لیے انہوں نے وہ باتیں سیکھیں جو ہم نہ سیکھ سکے اور نہ سمجھ سکے۔

لہذا ان پانچ وجوہات کی بنا پر صحابی کا فتویٰ قابل اتباع ہے

۶- یہ بھی ممکن ہے کہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ کے مقصد کے مطابق کوئی قول نہ سمجھا ہو اور اس کے سمجھنے میں غلطی کی ہو اور رسول کا مفہوم اس مفہوم سے مختلف ہو جو انہوں نے سمجھا ہو۔ ایسی صورت میں صحابی کا قول شرعی حجت نہیں بن سکتا۔

بہر حال یہ قطعی طور پر واضح ہے کہ مذکورہ بالا پانچ وجوہات چھٹی وجہ پر غالب ہیں اس طرح ہم قول صحابی سے جو حکم حاصل کریں گے اس کا مدار ظن غالب پر ہے اور عمل کرنے کے لیے ظن غالب کا علم کافی ہے۔

چوتھی دلیل: صحابی کے اجتہاد میں صحت کا امکان زیادہ ہے اور غلطی کا امکان کم۔ کیونکہ اس بات کا احتمال زیادہ ہے کہ صحابی نے جو فتویٰ دیا ہے وہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم السلام کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول ﷺ سے احادیث روایت کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ حدیث کی بہت کم روایت کرتے تھے اور الفاظ میں نہایت احتیاط ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے۔

ابو عمر الشیبانی کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھا تھا لیکن وہ "**قال رسول اللہ**" نہیں کہتے تھے اور جب "**قال رسول اللہ**" کہتے تو کانپ اٹھتے تھے اور کہتے تھے "اس طرح" یا "اس کے مثل" یا "اس کے قریب" پایا۔(۸۰)

صحابہ کرام اس خوف سے حدیث کم روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کذب اور غلط بیانی کا رواج نہ ہوجائے۔ صحابہ کے اس محتاط طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دور میں حدیث کی روایت کم ہوئی اس لیے یہ نظر آتا ہے کہ بعض صحابہ نے بہت کم احادیث روایت کیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ کسی صحابی کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خلوت و جلوت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا لیکن حدیث کی تمام کتب میں ان

کی روایت سے جس قدر صحیح احادیث ملتی ہیں ان کی تعداد سترہ سے زیادہ نہیں حضرت عمرؓ سے بھی صرف پچاس احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض کا کافی ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا بھی یہی حال ہے۔(۸۱)

پانچویں دلیل: صحابی کی رائے غیر صحابی سے قوی ہے کیونکہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ دیکھا۔ ان حالات واحوال کا مشاہدہ کیا جن میں احکام شریعت نازل اور نافذ ہوئے، صاحب شریعت کی عادات و معمولات کا براہ راست مطالعہ کیا اگر صحابی کے قول میں غلطی کا احتمال ہے تو اتنا ہی صحت کا احتمال بھی ہے۔ لھذا جس طرح غلطی کے احتمال کے باوجود قیاس حجت ہے اسی طرح قول صحابی غلطی کے احتمال کے باوجود حجت ہے ۸۲

چھٹی دلیل: تابعین اور تبع تابعین سب قول صحابی کی حجت کو تسلیم کرتے تھے اور ان میں سے کسی کے بارے میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ انہوں نے صحابی کے قول کو رد کیا ہو یا ان میں سے کسی نے صحابی کے قول کو پایا اور اس قول کے خلاف اجتہاد کیا ہو ۸۳

ائمہ کی آراء:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

"اذا لم اجد فی کتاب اللہ ولافی سنة رسول اللہ أخذت بقول من شئت من اصحابه و ترکت قول من شئت ولا اخرج عن اقوالھم الی قول غیرھم". (۸۴)

میں جب کوئی بات اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہ پاؤں تو اصحاب رسول میں سے جس صحابی کے قول کو چاہوں لے لیتا ہوں اور جس صحابی کے قول کو چاہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن صحابہ کے قول کی بجائے کسی غیر صحابی کے قول کو اختیار نہیں کرتا۔

امام مالک کے بارے میں مذکور ہے:

"فقد کان یتمسک بأقوال الصحابة أشد التمسک". (۸۵)

وہ اقوال صحابہ کو سختی کے ساتھ اختیار کرتے تھے

احناف کا مسلک: احناف قول صحابی کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں امام ابو حنیفہ کا قول ہے:

هو حجة تقدم على القياس اذا لم يخالف احد من نظرائه. (٨٦)

صحابی کا قول قیاس پر مقدم ہوگا اگر کسی اور نے مخالفت نہ کی ہو۔

البتہ احناف نے قیاس کے مقابلے میں قول صحابی کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے

۱۔ وہ قول جو مخالف قیاس ہو۔

۲۔ وہ قول جو موافق قیاس ہو۔

جو قول مخالف قیاس ہو احناف کے نزدیک وہ حجت اور واجب الاتباع ہے۔(۸۷) اور مجتھد کے قیاس پر مقدم ہوگا کیونکہ مخالف قیاس قول میں اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ وہ قول نبی اکرم ﷺ سے روایت پر مبنی ہو لھذا ایسا قول قول رسول سمجھا جائے گا اور اسی وجہ سے حجت ہوگا۔

اگر قول صحابی قیاس کے موافق ہو تو اس کی شرعی حجیت کے بارے میں احناف کی دو آراء پائی جاتی ہیں۔

ابو سعید کے نزدیک قول صحابی قیاس کے مقابلے میں حجت اور واجب العمل ہوگا۔ اگرچہ یہ قول صحابی کی ذاتی رائے پر مبنی ہے لیکن صحابہ کرامؓ چونکہ احکام شریعت کے نزول اور صاحب شریعت کے معمولات زندگی کے عینی شاہد اور نبی سے براہ راست تربیت یافتہ ہیں اس لیے ان کے اقوال صحت کے زیادہ قریب ہیں لھذا موافق قیاس قول بھی قیاس کے مقابلے میں حجت ہوگا۔

ابوالحسن الکرخی کی رائے یہ ہے کہ موافق قیاس قول حجت نہیں ہے اور نہ ہی اس قیاس پر ترجیح دی جائے گی بلکہ ایسے قول کو قرآن وسنت کے معیار پر پرکھا جائے گا۔

دوسرا گروہ: فقہاء کا دوسرا گروہ اس خیال کا حامی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنیقول صحابی شرعی حجت نہیں ہے لھذا اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ قول صحابی کی عدمحجیت کی قائل شخصیات میں سے چند مشہور کے نام یہ ہیں:

امام شافعی، امام احمد بن حنبل سے ایک روایت، ابن حزم، غزالی، الآمدی، الشوکانی، بعض متاخرین حنفیہ مثلاًالکرخی اور بعض متاخرین مالکیہوغیرھم۔

اس گروہ سے تعلق رکھنے والے فقہا قول صحابی کی عدم حجیت کے حق میں جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی دلیل: قرآن مجید:

۱۔ مسلمانوں کو بنیادی طور پر قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی پابندی کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول. (۸۸)

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔

مندرجہ بالاآیت مسلمانوں پر لازم کرتی ہے کہ کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں۔ قرآن وسنت کے تقاضوں کے مطابق اپنے اختلافات ختم اور معاملات کو حل کریں۔ ان دو چیزوں یعنی قرآن اور سنت نبوی یعنی احادیث کے علاوہ کوئی اور چیز مسلمانوں پر لازمی نہیں ہے۔ اطاعت کی جائے گی تو صرف انہی دو کی لھذا اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ قرآن وسنت کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔

الآمدی کہتے ہیں:

اوجب الرد عند الاختلاف الی اللہ والرسول.فالرد الی مذھب الصحابی یکون ترکا للواجب وھوممنوع . (۸۹)

اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جبکہ مذہب صحابی کی طرف رجوع کرنا ترک واجب ہوگا اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

٢- ایک اور آیت میں فرمایا:

فاعتبروا یا اولی الأبصار.(٩٠)

اے اصحاب بصیرت ہوش مندی اختیار کرو۔

اس آیت میں اصحاب بصیرت کو مخاطب کرکے انہیں دانشمندی اختیار کرنے اور عبرت پکڑنے کو کہا گیا ہے اور یہ کام عقل اور غور وفکر سے ہوسکتا ہے۔

یہ آیت اجتہاد سے کام لینے کی ترغیب دیتی ہے اور اجتہاد دلیل کے ساتھ تحقیق کرنے کا نام ہے جبکہ تقلید کسی کے قول کو بغیر دلیل کے مان لینے کا نام ہے لھذا مندرجہ بالا آیت قول صحابی کی حجیت اور قیاس پر اس کے مقدم ہونے کی نفی کرتی ہے۔(٩١)

دوسری دلیل: یہ بات اجماعاً ثابت ہے کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے اختلاف کرنا جائز ہے۔(٩٢) اگر قول صحابی واقعی شرعی حجت ہوتا تو اس کی مخالفت کسی کے لیے بھی جائز نہ ہوتی بلکہ ہر ایک کے لیے لازم ہوتا کہ وہ اس قول کے مطابق عمل کرے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود دور صحابہؓ میں ایسا نہیں ہوا۔ اس عہد میں بہت سے ایسے واقعات کا پتہ چلتا ہے جن میں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی رائے کی مخالفت کی اور اسے حجت کے طور پر تسلیم کرنے سے انکار کردیا مثلاً حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے قائم الیکشن کمشن کے سربراہ حضرت عبدالرحمن بنعوفؓ نے حضرت علی کو اس شرط پر خلیفہ نامزد کرنے کی پیش کش کی تھی کہ وہ اپنے سابقہ دونوں خلفاء یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتداء کریں گے لیکن حضرت علیؓ نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ جس پر حضرت عثمانؓ خلیفہ نامزد ہوگئے۔(٩٣) یوں حضرت علیؓ نے اصولی طور پر یہ واضح کردیا کہ کسی صحابی کے قول کو شرعی حجت تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری دلیل: تابعین کے طرز عمل سے بھی ایسی مثالیں مل جاتی ہیں جن سے

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ قول صحابی کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے صحابہؓ کے اقوال کے خلاف بھی موقوف اختیار کیا مثال کے طور پر دو تابعین کے واقعات درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے قول صحابی کو حجت تسلیم نہیں کیا۔

۱۔ حضرت علیؓ نے قاضی شریح کی عدالت میں ایک یہودی کے خلاف اپنی زرہ جو کہ اس کے پاس تھی، کے بارے میں دعویٰ دائر کیا۔ انہوں نے دعویٰ کے حق میں اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو بطور گواہ پیش کرنا چاہا لیکن قاضی شریح نے حضرت حسنؓ کی گواہی قرابت کی بنا پر مسترد کر دی۔ حضرت علیؓ کے نزدیک ایک بیٹے کے لیے اپنے باپ کے حق میں گواہی دینا جائز ہے لیکن قاضی شریح نے حضرت علیؓ کی یہ رائے تسلیم نہ کی (۹۴)۔

۲۔ حضرت ابن عباس سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ حضرت ابن عباس نے فتویٰ دیا کہ وہ فدیہ کے طور پر ایک سو اونٹ ذبح کر دے۔ مسروق جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں، کو جب اس فتوے کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ صرف ایک بکری کا ذبح کر دینا ہی کافی ہے، اس کا بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بہتر نہیں ہے۔۹۵

چوتھی دلیل: قول صحابی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے۔ اجتہاد صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ اجتہاد صحابی کا ہو یا غیر صحابی کا اس میں صواب اور خطا دونوں کا احتمال ہے۔ اس مسئلہ میں صحابی اور غیر صحابی میں کوئی فرق نہیں۔ لہذا ایک ایسی چیز جس میں غلطی کا امکان ہو اسے قطعی اور حتمی دلیل کا درجہ کیسے دیا جاسکتا ہے۔

پانچویں دلیل: اگر قول صحابی کو مطلق شرعی حجت تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تناقض پیدا ہو جائے گا۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے دوسروں کے ساتھ اختلاف کیا۔ ایک ہی مسئلہ پر ان کے مختلف اقوال بھی ملتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی صورتحال بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی کے مخالف قول سے اولیٰ نہیں ہوتا اور بعض اوقات دو ہم مرتبہ صحابیوں کے ایک ہی مسئلہ پر اختلافی اقوال نظر آتے ہیں اس

صورت میں قول صحابی کو حجت تسلیم کرنے سے تناقض لازم آتا ہے اور یہ غلط ہے۔

ائمہ کی آراء:

امام شافعی کا ایک قول ہے:

كيف اترك الحديث لقول من لوعاصرته لحججته.(٩٦)

میں حدیث کو اس شخص کے قول کے مقابلے میں کیسے چھوڑدوں کہ اگر میں اس شخص کا ہم عصر ہوتا تو دلیل سے اس کا مقابلہ کرتا۔

امام شافعی اور الکرخی کی یہ رائے ہے کہ قول صحابی صحابہ کے بعد والوں پر حجت نہیں ہے۔(۹۷) امام احمد بن الحنبل سے بھی ایک روایت یہ ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے لھذا اس کی پیروی اور مخالفت کرنا دونوں جائز نہیں۔(۹۸)

الآمدی کہتے ہیں:

والمختار أنه ليس بحجة مطلقاً.(٩٩)

قول مختار یہ ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں ہے۔

قول صحابی کی حجیت پر دلائل کا جائزہ:

اب ان دلائل کا سلسلہ وار جائزہ لیا جاتا ہے جو قول صحابی کی حجیت میں پیش کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل: ۱- اس آیت میں (**اتبعوهم باحسان**) کی جو تفسیر کی گئی ہے وہ مفسر کی رائے ہے۔ دیگر مفسرین نے اس کی اور انداز سے تفسیر کی ہے مثلاً طبری لکھتے ہیں:

الذين سلكو اسبيلهم فى الايمان والهجرة.(١٠٠)

جو ایمان اور ہجرت میں ان کے راستے پر چلے

صحابہ نے دین کے معاملے میں جس عزیمت، استقلال اور قربانی کا مظاہرہ کیا، حرام سے اجتناب اور فرائض کے التزام کے ساتھ جس انداز سے زندگی گزاری اس انداز کو اختیار

کرنے اور پیروی کرنے کی رغبت تو یہ آیت دلاتی ہے لیکن اس آیت میں ایسا کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوا جو شارع کے اس منشا کو ظاہر کرے کہ صحابی کے قول پر عمل واجب ہے۔

۲-اس آیت میں "العلم" معرفہ استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد وہ علم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ علم نہ صرف صحابہ کو دیا گیا بلکہ پوری امت مسلمہ اس علم کی حامل ہے اس لیے کہ آپ ﷺ قیامت تک کے انسانوں کے لیے نبی مبعوث ہوئے تھے۔

ابن العربی لکھتے ہیں:

يرفع الله بها العالم والطالب للحق.(۱۰۱)

اللہ عالم اور طالب حق کے درجات بلند کرے گا۔

رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى يرفع الله المومنين بامتثال اوامر رسوله،والعلمين منهم خاصه درجات.(۱۰۲)

اللہ اپنے رسول کے احکامات کی اطاعت کے سبب مومنین اور ان میں سے خاص طور پر عالموں کے درجات بلند فرمائے گا۔

"العلم" کی وجہ سے اہل علم کے درجات بلند ہوں گے۔ لهذا اهمیت "العلم" کو حاصل ہے۔ اتباع "العلم" کی کی جائے گی "اہل العلم" کی نہیں۔ اس لیے واجب اتباع "العلم" ہے صحابہ کرام علیہ السلام یا ان کے بعد کوئی اور نہیں۔

۳-اس آیت میں صحابہ کرام علیہ السلام کی فضیلت کا تو پتہ چلتا ہے لیکن ان کے اقوال کی حجیت کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا اگر اس آیت کو قول صحابی کی حجیت پر دلیل مان بھی لیا جائے تو پھر یہ آیت اس قول کی حجیت کو ثابت کرتی ہے جس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق پایا جائے کیونکہ اس آیت میں (کنتم خیر امۃ) میں جمع کی ضمیر استعمال کی گئی ہے لهذا اجماع صحابہ ہی شرعی حجت ہوگا کسی صحابی کی ذاتی رائے اور قول نہیں۔

۴- یہ آیت بھی اجماع صحابہ کی حجیت ثابت کرتی ہے۔ یہاں (امت وسط) سے مراد

صرف صحابہ کرامؓ نہیں بلکہ امت محمد ﷺ اور مومنین مراد ہیں۔(۱۰۳) لهذا یہ آیت بھی قول صحابی کی بجائے اجماع صحابہ کی حجیت ثابت کرتی ہے جیسا کہ فخر الدین الرازی نے لکھا کہ جمہور اس آیت سے یہی استدلال کرتے ہیں۔

"ان اجماع الأمه حجه فقالوا أخبرالله تعالى عن عدالة هذه الأمة وعن خيريتهم.(۱۰۴)

(وہ یہ استدلال کرتے ہیں) کہ اجماع امت حجت ہے اور اللہ تعالی نے اس آیت میں امت مسلمہ کی عدالت اور اہلیت سے آگاہ فرمایا ہے۔

۵- بلاشبہ صحابہ کرام معتصمون باللہ تھے اور راہ راست کی طرف ہدایت یافتہ تھے لیکن اس آیت میں فاعل نکرہ ہے اور عام خطاب ہے۔یہاں صرف صحابہ کرام علیہ السلام مراد نہیں بلکہ جو بھی اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لے گا راہ راست پالے گا۔ راہ راست پر گامزن شخص کی پیروی کی جاسکتی ہے اس کی قابل تقلید باتیں اختیار کی جاسکتی ہیں لیکن ایسے شخص کو نبی کی ذات کی طرح کامل نمونۂ عمل اور منبعٔ شریعت نہیں بنایا جاسکتا

۶- اصحاب موسیٰؑ کی تعریف سے اصحاب محمد ﷺ کے اقوال کی حجیت ثابت کرنا بعید از امکان ہے۔

دوسری دلیل: قول صحابی کی حجیت میں جن احادیث کا سہارا لیا گیا ہے ان میں سے بعض پر روایتاً تنقید کی گئی ہے اور ان کی اسناد کمزور ہیں ان کی اسناد پر تنقید سے اگر صرف نظر کر بھی لیا جائے تو ان احادیث میں صحابہ کرامؓ کی تعریف بیان کی گئی ہے جن سے وہ قابل تقلید ثابت ہوتے ہیں واجب الاتباع ہرگز نہیں

۱- اس حدیث کی سند میں مندرجہ ذیل راویوں کے نام آتے ہیں۔

سلام بن سلیم، الحارث بن غصین، الاعمش۔ ابو سفیان۔ جابر ۱۰۵ مشہور ماہر جرح و تعدیل یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی قیمت ایک پیسہ کے برابر بھی نہیں.(۱۰۶)

ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اس حدیث کی سند کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ

الحارث بن غصین مجہول ہے۔(۱۰۷) البانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ابوسفیان ضیعف راوی ہے اور الحارث بن غصین اور اسلام بن سلیمان من گھڑت احادیث روایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔(۱۰۸) الشوکانی نے کہا کہ اس حدیث کے رجال میں عبدالرحیم العمی اور اس کے باپ کا نام بھی آتا ہے یہ دونوں ضعیف راوی ہیں اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ عبدالرحیم کذّاب ہے۔(۱۰۹) ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔(۱۱۰) موضوع اس حدیث کو کہتے ہیں جو جھوٹی ہو اور اسے گھڑ کر نبی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو موضوع حدیث کو جانتا ہو وہ اس کی روایت ہی نہ کرے اور اگر کرے تو اس کے جھوٹا ہونے کو بھی بیان کرے(۱۱۱)

۲- اس حدیث کے راویوں کی سند یہ ہے:

نعیم بن حماد۔ عبدالرحیم بن زید العمی اپنے باپ سے۔ سعید بن المسیب۔ عمر بن الخطاب(۱۱۲)

ناصرالدین کے نزدیک یہ سند من گھڑت ہے اور نعیم بن حماد ضعیف ہے۔(۱۱۳) البانی اس حدیث کو بھی موضوع قرار دیتے ہیں۔ حافظ نے کہا کہ نعیم بن حماد بہت زیادہ غلطیوں کا ارتکاب کرتا تھا اور عبد الرحیم بن زید لعمی کذّاب تھا۔(۱۱۴) الجوزی نے کہا کہ نعیم مجروح ہے۔(۱۱۵) یحییٰ بن معین نے بھی عبدالرحیم کو کذّاب کہا ہے۔(۱۱۶) ابن عبدالبر نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا کلام نہیں ہے۔(۱۱۷)

۳- اس حدیث کی سند میں جن رجال کے نام آتے ہیں وہ یہ ہیں:

سلیمان بن ابی کریمہ۔ جویبر۔ الضحاک۔ ابن عباس(۱۱۸)

ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ سلیمان بن ابی کریمہ ضیعف الحدیث ہے۔(۱۱۹) محدثین الدار قطنی اور النسائی کہتے ہیں کہ جویبر جو کہ ابن سعید الأزدی ہے وہ متروک ہے اور الضحاک جو کہ ابن مزاحم الھلالی ہے اس کی ابن عباس علیہ السلام سے ملاقات ثابت ہی نہیں ہے۔(۱۲۰) ناصرالدین البانی اور السخاوی دونوں اس حدیث کو

موضوع قرار دیتے ہیں۔

۴-اور ۵- یہ دونوں احادیث خلفاء راشدین کی مدح سرائی اور فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان میں صرف چاروں خلفاء راشدین کا ذکر ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ کا ذکر نہیں ہے لھذا ان احادیث کو تمام صحابہ کرامؓ کے اقوال کی حجیت کے حق میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان احادیث سے اگر کوئی استدلال کیا جاسکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ خلفائے راشدین اس کے اہل ہیں کہ ان کی اقتداء اور پیروی کی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا کہ ان کے اقوال دین میں شرعی حجت ہیں۔(۱۲۱) ان احادیث میں صحابہ کرامؓ کے ان اقوال و افعال کی اقتداء اور پیروی کا کہا گیا ہے جن کے وہ خود مکلّف و پابند ہیں مثلاً یہ کہ صحابہ کرامؓ حج کے موقع پر تکبیر اور تلبیہ کن کن مقامات پر کہتے تھے۔ ہم بھی اس میں ان کی تقلید کریں۔ وہ نماز کی ادائیگی میں کن کن چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے ہم بھی ان کا لحاظ کریں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہمیں ان کے ذاتی اقوال اور اجتہادی آراء کو قرآن و سنت کی طرح بطور شرعی حجت من وعن تسلیم کرنے کا کہیں بھی پابند نہیں بنایا گیا۔

ایسی احادیث صرف خلفاء راشدین کے بارے میں ہی نہیں ہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی آئی ہیں جن سے ان کی فضیلت اور قدر و منزلت ظاہر ہوتی ہے۔

مثلاً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"أرحم امتی ابوبکر و أشدھم فی دین الله عمر و أصدقھم حیاء عثمان وأقرأھم أبی بن کعب وأعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل و ان لکل امه أمینا وان امین ہذه الأمه ابو عبیدة. (۱۲۲)

میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ دین میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہیں۔ حیاء میں سب سے زیادہ عثمانؓ ہیں۔ سب سے زیادہ اچھا پڑھنے والے ابی بن کعبؓ اور حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبلؓ ہیں۔ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہؓ ہیں۔

اس حدیث میں خلفاء راشدین کے علاوہ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

"رضيت الامتي مارضي لها ابن ام عبد". (۱۲۳)

جس چیز پر ابن ام عبد راضی ہوئے میں بھی اپنی امت کے لیے اس پر راضی ہوا۔

اب یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلت ظاہر کرتی ہے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے بارے میں فرمایا:

"فضل عائشه على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام" ۱۲۴.

حضرت عائشہ کی بزرگی و فضیلت تمام عوتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے (ثرید شوربہ میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں)

لھذا ایسی احادیث صحابہ کرامؓ کی تعریف اور فضیلت پر دلالت کرتی ہیں الشوکانی کی بھی یہی رائے ہے وہ کہتے ہیں:

"... بأحاديث كثيرة جدا تشتمل على مزيد شرفهم وعظيم فضلهم ولا دلالة فيها على حجية قولهم". (۱۲۵)

ایسی بہت سی احادیث ہیں جو ان کے عظیم شرف و فضل کو ظاہر کرتی ہیں لیکن یہ صحابہ کے اقوال کی حجیت پر دلالت نہیں کرتیں۔

۶- یہ حدیث بھی صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور قدر و منزلت کو ظاہر کرتی ہے۔

تیسری دلیل: یہ دلیل امکان اور گمان پر مبنی ہے۔ محض امکان اور گمان کو قطعی اور حتمی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ دین میں حجت اور دلیل وہی چیز ہوگی جو قطعی اور حتمی ہو۔

چوتھی دلیل: صحابہ کے اجتہاد میں غلطی کے امکان کا کم ہونا قول صحابی کو حجت قرار دینے کے لیے کافی نہیں۔ غلطی کے امکان کا کم ہونا کسی اجتہاد کو غلطی سے مبرّا نہیں

کردیتا جس چیز میں غلطی کا امکان ہو اسے دین کے قطعی دلالات میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ صحابی کے اجتہاد میں صحت اور صواب کے امکان کو غیر صحابی کے اجتہاد کے مقابلے میں غالب قرار دینا بھی ایک ظنی دلیل ہے قطعی دلیل نہیں ہے۔ ظنی دلیل کی بنیاد پر کسی چیز کو قرآن وحدیث کی طرح قطعی درجہ کیسے دیا جاسکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ سے حدیث روایت کرنے میں بہت احتیاط ملحوظ خاطر رکھا کرتے تھے اور بہت کم احادیث روایت کرتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ سے کثرت روایت بھی ثابت ہے مثلاً حضرت ابو ھریرہؓ جنہوں نے رسالت کا تقریباً چار سال کا زمانہ پایا، سے ۵۳۵۶ احادیث مروی ہیں۔ حضرت انسؓ سے ۲۲۸۶، حضرت ابن عباسؓ سے ۲۶۶۰، حضرت جابرؓ سے ۲۵۴۰ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ۲۶۳۰، احادیث روایت کی گئی ہیں۔(۱۲۶)

پانچویں دلیل: قیاس کے اصول میں اصل اور فرع کے درمیان علت کا اشتراک ایک ایسا واضح اور مضبوط سبب ہوتا ہے جس کی بنا پر اصل کا حکم فرع پر لگادیا جاتا ہے جبکہ نبی سے سماعت کا احتمال اتنا مضبوط سبب نہیں ہے کہ قول صحابی کو حجت کا درجہ دے دیا جائے۔ مزید یہ کہ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے یا نہیں ہے اس مسئلہ پر فقہاء کے مابین اتفاق بھی نہیں ہے، بعض قول صحابی کو ہر حالت میں قیاس پر مقدم سمجھتے ہیں دوسروں کے نزدیک وہ قیاس پر مقدم نہیں ہے ۱۲۷۔ جبکہ کچھ کی رائے یہ ہے کہ قول صحابی اگر قیاس کے خلاف ہے تو پھر وہ حجت ہے اور اگر موافق قیاس ہے تو پھر حجت نہیں ہے ۱۲۸۔

چھٹی دلیل: یہ کہنا کہ تابعین اور تبع تابعین سب قول صحابی کی حجیت کو تسلیم کرتے تھے خلاف واقعہ ہے۔ قول صحابی کی عدم حجیت کے قائلین کے پیش کردہ دلائل میں سے تیسری دلیل میں یہ بیان ہوچکا ہے کہ قاضی شریح نے باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی کے جواز میں حضرت علیؓ کے قول کو تسلیم نہ کیا اور مسروق نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فتویٰ کی مخالفت کی کہ بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر کی بجائے ایک سو اونٹ ذبح کردیے

جائیں۔ مسروق نے کہا کہ صرف بکری کا ذبح کر دینا کافی ہے۔

مندرجہ بالا دلائل اور ان کے جائزہ کی روشنی میں قول صحابی کی حجیت کے حامیوں کے مقابلے میں اس کی عدم حجیت کے قائل گروہ کے دلائل وزنی نظر آتے ہیں۔ لہذا قول صحابی پر عمل کرنا اجباری نہیں اختیاری فعل ہے قول صحابی کو شرعی حجت قرار نہ دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے یا اسے مسترد کر دیا گیا ہے بلکہ اس پر عمل کرنا قرآن وسنت پر عمل کرنے کی طرح لازم نہیں ہے۔

قول صحابی کے مسئلہ کو ایک اور انداز نظر سے بھی دیکھا جاسکتا ہے جسے نظر انداز کرنا درست نہیں ہوگا اور وہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے بعض فقہی طور پر بلند درجے پر فائز تھے اور بعض کم درجے پر۔ کسی کی استعداد ادراک و استنباط زیادہ تھی اور کسی کی کم۔ اس حقیقت کی روشنی میں یہ امر محال نظر آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ صحابہ کی لازمی اتباع کا حکم دیں صحابہ کے مابین فقہی و علمی فہم و ادراک میں فطری تفاوت کی وجہ سے ان میں بعض اوقات ایک ہی بات پر ایسا اختلاف نظر آتا ہے جس سے تناقض پیدا ہوتا ہے۔ اور تناقض کسی دلیل کے لیے ایک نقص ہے۔ اگر قول صحابی کو شرعی حجت اور واجب الاتباع مان لیا جائے تو اس تناقض کا کیا حل ہوگا کہ ایک چیز ایک صحابی کے نزدیک حلال ہے اور دوسرے کے نزدیک وہی چیز حرام ہے۔ پھر تو سمرہ بن جندبؓ کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے شراب کی خرید و فروخت کو حلال ماننا پڑے گا جبکہ دوسروں کے نزدیک یہ حرام ہے اور ابو طلحہؓ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ایک روزہ دار کے لیے روزہ کی حالت میں ژالہ کھالینا حلال ہے جبکہ دوسروں کے نزدیک حرام۔ (۱۲۹)

آٹھویں قسم بعض مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں مثلاً رضاعت کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ رائے ہے کہ رضاعت وہی ہے جو دو سال کی عمر کے اندر ہو اس کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہے لیکن حضرت عائشہؓ کے نزدیک دو سال سے بڑی عمر کے فرد کو دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت

ہوجائے گی۔(۱۳۰)

اگر کسی مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرنا مقصود ہو تو ان اقوال کے مابین ترجیح کا اصول اپنایا جائے گا۔ ترجیح کا تعین کرتے وقت یہ دیکھا جائے گا کہ کون سا قول قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہے اس کے علاوہ صحابی کی فضیلت، اسلام میں اسکی سبقت اور فقہی فہم وادراک وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا جائے گا اس طرح ایک صحابی کے قول کو دوسروں پر ترجیح دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی اذہان کو فہم وادراک کے معاملے میں مختلف درجوں میں بنایا ہے صحابہ کرامؓ بھی اس میں یکساں نہ تھے۔ قرآن وسنت کے مختلف آثار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مختلف مراتب تھے ان مراتب کی بنیادی اسلام میں سبقت، ایثار اور علمی وفقہی استعداد وغیرہ تھی۔ اس لیے اگر ایک یا چند صحابہ کے مقابلے میں کسی دوسرے صحابی کے قول کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جن صحابی کے قول کو ترجیح دی گئی ہے وہ ثقہ اور عادل ہیں اور جن کے قول کو ترجیح نہیں دی گئی وہ نعوذ باللہ غیر ثقہ اور غیر عادل ہیں۔ اقوال پر ترجیح کا مطلب صحابہ کی ذات وکردار پر تنقید ہرگز نہیں ہے۔

قرآن مجید کی سورہ الحشر کی آیات ۸، ۹ اور ۱۰ میں صحابہ کرامؓ کو بالترتیب تین طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مہاجرین، انصار اور ان دونوں کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ۔ ان تینوں طبقات کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ غزوہ بدر میں شریک صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔(۱۳۱)

جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے

غزوہ احد کے شہداء کے بارے میں فرمایا:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل آحیاء ولکن لا تشعرون .(۱۳۲)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

بیعت رضوان کے شرکاء کے بارے میں فرمایا:

رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرہ (۱۳۳)

اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی مختلف مواقع پر بعض صحابہ کرامؓ کی فضیلت و تعریف میں ارشادات فرمائے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ دیگر صحابہ سے مرتبہ و درجہ میں افضل تھے۔

جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں:

أتت امراه النبیؐ فأمرها أن ترجع الیه قالت أرأیت ان جئت ولم أجدک کانها تقول الموت قال علیه السلام ان لم تحدینی فأتی أبابکر. (۱۳۴)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا پھر کسی وقت آنا اس عورت نے عرض کیا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا اس کی مراد آپ کی وفات تھی آپ نے فرمایا تو مجھے نہ پائے تو ابو بکرؓ کے پاس چلی جانا۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب. (۱۳۵)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

نبی اکرم ﷺ کا ایک قولِ مبارک حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کے بارے میں ہے جس ابن قیمؒ نے نقل کیا ہے:

لو اتفقتما علی شئی لم اخالفکما. (۱۳۶)

جس چیز پر تم دونوں متفق ہوجاؤ میں اسکی مخالفت نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ معمول تھا کہ جب ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ قرآن وسنت سے اس کا جواب دیتے۔ اگر قرآن وسنت سے اس کا جواب نہ ملتا تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال سے رھنمائی لیتے۔ اگر ان دونوں سے بھی کچھ نہ ملتا تو پھر حضرت ابن عباسؓ اپنی رائے سے کام لیتے ہوئے اس مسئلہ کا جواب دیتے تھے۔(۱۳۷)

حاکم نیشاپوری نے صحابہ کرامؓ کو بارہ مراتب میں تقسیم کیا ہے جو درجہ بدرجہ یہ ہیں۔(۱۳۸)

۱- وہ جنہوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا جیسے خلفاء راشدین وغیرہم۔

۲- اصحاب دارالندوہ، جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا اور اس کا اعلان کیا تو اس موقع پر اہل مکہ کے ایک گروہ نے دارالندوہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۳- وہ صحابہ جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

۴- وہ جنہوں نے عقبہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر پہلی بیعت کی۔

۵- وہ صحابہ جنہوں نے عقبہ کے مقام پر دوسری بیعت میں حصہ لیا۔ ان میں سے اکثریت انصار کی تھی۔

۶- ہجرت کے وقت جب نبی اکرم ﷺ مدینہ داخل ہونے سے قبل قباء کے مقام پر تھے یہاں جو مہاجرین پیچھے سے آکر آپ کے ساتھ ملے۔

۷- وہ صحابہ جنہوں نے غزوۂ بدر میں حصہ لیا۔

۸- وہ مہاجرین جنہوں نے غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیانی زمانہ میں ہجرت کی۔

۹- وہ جنہوں نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کی مثلاً خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ اور ابوھریرہؓ وغیرہ۔

۱۱- جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے یہ لوگ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔

۱۲- وہ بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے روز نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔

امام ابو حنیفہ کا قول ہے:

اذا جاء عن النبیؐ فعلی الرأس والعین.واذا جاء عن الصحابه نختار من قولهم (١٣٩)

جب کوئی چیز نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ملے تو سر آنکھوں پر اور جب کوئی چیز صحابہ کی جانب سے ملے تو ہم ان کے اقوال میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیں گے۔فواتح الرحموت میں ہے کہ امام ابو حنیفہ صحابہ میں سے خلفاء راشدین اور خلفاء راشدین میں سے شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتے تھے ۱۴۰

امام شافعی نے فرمایا:

واذا قال الرجلان منهم فی شئی قولین نظرت. فان کان قول احدهما أشبه بالکتاب والسنه أخذت به لأن معه شیأ قویا.فان لم یکن علی واحد من القولین دلاله بما وصفت کان قول الأئمه ابی بکر و عمر و عثمان ارجح عندنا.(١٤١)

اگر ان میں سے دو صحابہ کسی چیز کے بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہوں تو میں یہ دیکھوں گا کہ ان دونوں میں سے جس کا قول قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہوا اسے لے لوں گا کیونکہ اس قول کے ساتھ قرآن وسنت جیسی قوی چیز ہے۔اور اگر دونوں اقوال میں سے کسی کے پاس ایسی دلیل نہ ہو تو پھر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کے قول کو ہمارے نزدیک ترجیح دی جائے گی۔

ابن قیم الجوزی نے فرمایا: اگر کسی صحابی کے قول سے اختلاف اس صحابی سے زیادہ

عالم صحابی نے کیا مثلاً خلفائے راشدین نے یا ان میں سے کسی ایک نے یا ان کے علاوہ کسی اور صحابی نے تو صحیح یہ ہے کہ جس بات پر خلفائے راشدین ہوں گے وہ راجح ہوگی اگر چاروں میں سے اکثریت کسی بات پر متفق ہوگی تو اکثریت رکھنے والا قول زیادہ درست ہوگا۔ اگر کسی مسئلہ پر خلفائے راشدین دو دو گروہوں میں بٹ جائیں تو اس گروہ کا قول راجح ہوگا جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں۔ اگر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اختلاف ہو تو پھر حضرت ابو بکرؓ کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (۱۴۲)

مندرجہ بالا آثار و اقوال سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کے مختلف اقوال میں سے کسی ایک کے قول کو دلائل کی بنیاد پر ترجیح دی جائے گی۔ ایک صحابی کے قول کو دوسرے کے قول پر ترجیح دینا آداب و ناموس صحابہ کے خلاف اقدام نہیں ہے۔ ماضی میں بھی اس اصول پر عمل ہوتا رہا ہے۔ فقہاء کرام اقوال صحابہ میں ترجیح قائم کرتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے وسطی عباسی دور یعنی دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی تک عالم اسلام میں فقہ اور قانون کے کم از کم انیس مذاہب کا ظہور ہوچکا تھا۔ (۱۴۳) ان میں سے اہل سنت کے مذاہب اربعہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مذاہب زیادہ مشہور ہوئے۔ ان چاروں مذاہب کی بنیاد مختلف صحابہ کے فقہی اقوال اور فتاویٰ پر رکھی گئی ہے۔

حنفی مذہب کے امام ابو حنیفہ نے اپنے استاد ابراہیم نخعی کی فقہی روش کو اپنایا اور ابراہیم نخعی نے اپنے مسلک و مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتووں پر رکھی خود امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے چار صحابیوں یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور ان کے شاگردوں سے میرا علم ماخوذ ہے۔ (۱۴۴)

مالکی مذہب کے امام مالک کا سلسلۂ علم سعید بن المسیب سے جاملتا ہے جن کے مذہب کی اساس میں حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتوے ملتے ہیں۔ (۱۴۵)

نویں قسم: قول صحابی کی ایک قسم وہ ہے جو قرآنی آیات کی تفسیر اور خاص کر ان آیات کے اسباب نزول سے متعلق ہے۔ سبب نزول سے مراد وہ حالت یا واقعہ ہوتا ہے جس میں کوئی آیت نازل ہوئی۔ صحابی کے علاوہ کسی اور شخص نے عہد رسالت کو نہیں دیکھا اس لیے کسی آیت کے سبب نزول سے آگاہ صحابی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ سبب نزول کو بیان کرنے میں صحابی کی ذاتی رائے یا اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ نزول آیت کے وقت جو مخصوص حالات یا واقعات پیش آئے صحابہ نے ان کو بیان کردیا ہے۔

مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے

نساؤكم حرث لكم فأ تواحرثكم أنّى شئتم. (١٤٦)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت جابرؓ کا تفسیری قول ہے:

كانت اليهود تقول من أتى امرأته من دبرها فى قبلها جاء الولد أحول فأنزل الله (نساؤ كم حرث لكم). (١٤٧)

یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو آدمی اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے جماع کرتا ہے اس کی اولاد بھینگی پیدا ہوگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں ۔۔۔

ایک اور آیت ہے:

واذا رأوا تجاره أو لهوان انفضوا اليها وتركوك قائما. (١٤٨)

اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں حضرت جابرؓ کا قول ہے:

نخن نصلی مع النبی ؐ اذا قبلت من الشام عیر تحمل طعاما فالتفتوا الیها حتی مابقی مع النبیؐ الا اثنا عشر رجلاً فنزلت(واذا رأوا تجاره...)(۱۴۹)

ایک بار ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو شام کے ملک سے اونٹوں کا ایک قافلہ غلہ لادے ہوئے آیا لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو یہ آیت نازل ہوئی: جب لوگ تجارت یا کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں۔

لہذا وہ تمام تفسیری اقوال جن میں کسی آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہو ان کا حکم مرفوع حدیث کا ہوگا اور مرفوع حدیث حجت ہے ۱۵۰۔

دسویں قسم: اگر ایک صحابینے اپنے قولے رجوع کرلیا ہو ان کا قول سے رجوع ثابت ہو تو پھر ایسے قول کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

مثلاً حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول تھا کہ جو شخص طلوع صبح تک جنابت کی حالت میں رہا اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب انہیں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا قول سنایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی حالت جنابت میں صبح ہوجاتی اس پر وہ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے تھے۔(۱۵۱)اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا۔ حضرت ابوہریرہ کا اپنے قول سے رجوع کرنے کا واقعہ امام مسلم نے یوں بیان کیا ہے:

...فقال ابوهريرةؓ أهما قالتا لک قال نعم قال هما اعلم ثم

رّد ابوهریره کان یقول فی ذلک الی الفضل بن عباس فقال ابوهریره سمعت ذلک من الفضل ولم أسمعه من النبیؐ فرجع ابوهریره عما کان یقول فی ذلک.(۱۵۲)

----ابوھریرہ نے کہا کیا ان دونوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ) نے تم سے یہ فرمایا ہے انہوں نے کہا ہاں تو ابوھریرہؓ نے کہا بے شک وہ اور لوگوں سے زیادہ جانتی ہیں۔ پھر ابوھریرہ نے اس قول کی نسبت فضل بن عباس کی طرف کی اور کہا کہ یہ بات میں نے فضل سے سنی تھی۔ اس کو میں نے نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنا غرض ابوھریرہؓ نے اپنی بات سے رجوع کرلیا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ یہ فتویٰ دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی بجائے ایک سو اونٹ ذبح کردے اس کی نذر پوری ہوجائے گی۔ لیکن بعد میں ابن عباسؓ نے ایک تابعی مسروق کے قول کو مانتے ہوئے کہ صرف ایک بکری کا ذبح کردینا ہی کافی ہے، اپنے سابقہ قول سے رجوع کرلیا تھا۔ (۱۵۳)

یہ ہے قول صحابی کی فقہی حیثیت کا ایک مدلل جائزہ۔ لہذا جو قول نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بیان کیا گیا ہو اگر نبی اکرم ﷺ نے اسکی مخالفت فرمائی تو ایسے قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن نبی کی حمایت و توثیق یافتہ قول صحابی کی حیثیت سنت رسول جیسی ہوگی۔ جو قول نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے بعد بیان کیا گیا ہو اور قرآن و سنت کے مخالف ہو تو ایسا قول واجب الترک ہے۔ جو قول نبی اکرم ﷺ کی سنت کے عین مطابق نکلے وہ سنت رسول ﷺ کے حکم میں داخل ہوگا اور شرعی حجت ہوگا جس قول کی اضافت عہد رسول کی طرف ہو اس کو مرفوع حدیث کا درجہ حاصل ہوگا اور مرفوع حدیث حجت ہے لیکن اگر قول کی اضافت عہد رسول کی طرف نہیں ہے تو وہ موقوف حدیث ہوگی اور موقوف حدیث شرعی حجت نہیں ہے جو قول ان مسائل سے متعلق ہو جس کا شرعی حکم معلوم کرنے میں عقل و

اجتہاد کا دخل نہ ہو ایسا قول موقوف حدیث کہلائے گا لیکن اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہوگا۔ جس قول صحابی پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق پایا جائے وہ اجماع صحابہ کی حیثیت اختیار کرلے گا اور اجماع صحابہ بلااختلاف حجت ہے جو قول صحابی کی ذاتی رائے اور اجتہاد پر مشتمل ہو اور وہ صحابی اپنے اس قول میں اکیلے ہوں اس پر اتفاق نہ پایا جاتا ہو تو ایسا قول واجب الاتباع نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا اختیاری فعل ہے اگر ایک مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال پائے جاتے ہوں اور ان میں سے کسی قول کو اختیار کرنا مقصود ہو تو پھر ان مختلف اقوال میں ترجیح کا اصول اپنا کر کسی ایک کو لے لیا جائے گا۔ وہ قول جس میں کسی آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہو اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہوگا اور اگر کسی صحابی کا اپنے قول سے رجوع ثابت ہو تو پھر ایسے قول کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حوالہ جات

۱- ابن السبکی، تاج الدین عبدالوھاب- جمع الجوامع- ۱۶۵/۲- مطبع اصح المطابع بمبئی

۲- ابراھیم محمد سلقینی، الدکتور- المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی- ص ۱۷۰- دار الفکر المعاصر بیروت ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱م

۳- محمد زکریا البدیسی- اصول الفقہ- ص ۳۴۷ دار الثقافہ للنشر والتوزیع- ۱۹۸۳

۴- محمد الغزالی- المستصفی من علم الاصول و بذیلہ فواتح الرحموت- ۲۵۸/۲- منشورات الشریف الرضی قم

۵- البردیسی- اصول الفقہ ص ۳۴۷

۶- الغزالی- المستصفی من علم الأصول و بذیلہ فوتح الرحموت ۱۵۸/۲

۷- ابراھیم محمد سلقینی، الدکتور- المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی ص ۱۷۰

۸- ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشھرزوری المتوفی ۶۴۳ھ- علوم الحدیث- ص ۲۹۳ دار الفکر- دمشق- ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳م

۹- ابن السبکی- جمع الجوامع ۱۶۷/۲

۱۰- حوالہ بالا ۱۶۷/۲

۱۱- الغزالی- المستصفی من علم الأصول و بذیلہ فوتح الرحموت ۱۵۸/۲

۱۲- سورۃ التوبہ- آیت ۱۰۰

۱۳- ابن قیم شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الجوزمی- المتوفی ۷۵۱ھ- اعلام الموقعین عن رب العالمین ۱۲۴/۴- مکتبہ الکلیات الأزھریہ- مصر ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰م

۱۴- سورہ البقرہ- آیت ۱۵۴

۱۵- سورہ الفتح- آیت ۱۸

۱۶- البخاری، محمد بن اسماعیل- صحیح بخاری- کتاب الانبیاء ۳۷۷/۲- مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۱۷- حوالہ بالا ۳۸۶/۲

۱۸- الشاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ۔ المتوفی ۷۹۰ھ۔ الموافقات فی اصول الشریعہ ۷/۹/۴ المکتبہ التجاریہ الکبری بأول شارح محمد علی بمصر۔

۱۹- سورہ الفتح۔ آیت ۲۹

۲۰- محمد شفیع، مفتی۔ مقام صحابہ۔ ص ۴۰ ادارہ المعارف کراچی ۱۹۷۹ء

۲۱- الشوکانی، محمد بن علی بن محمد۔ المتوفی ۱۲۵۵م۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۷۰۔ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷م

۲۲- ابن الصلاح۔ علوم الحدیث ص ۲۹۴

۲۳- الشوکانی۔ ارشاد الفحول۔ ص ۷۰

۲۴- حوالہ بالا ص ۶۹

۲۵- ابن قیم۔ اعلام الموقعین ۵۸/۲۔ دار الجلیل بیروت لبنان

۲۶- صحیح بخاری کتاب النکاح ۶۸/۳

۲۷- سورہ النساء۔ آیت ۳

۲۸- حوالہ بالا آیت ۱۲۹

۲۹- ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ کتاب بالزھد ۴۰۶/۳ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار۔ لاہور

۳۰- سورہ الحجرات۔ آیت ۱۳

۳۱- النسائی۔ ابو عبدالرحمن۔ سنن النسائی۔ ۷۰/۲۔ مکتبہ التربیت العربی لدول الخلیج ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸م

۳۲- صحیح بخاری۔ کتاب الصوم ۶۹۲/۱

۳۳- حوالہ بالا۔ کتاب الأذان ۲۸۵/۱

۳۴- حوالہ بالا۔ کتاب البیوع ۶۲۲/۱۷

۳۵- حوالہ بالا۔ الجنائز ۷/۱/۴۸

۳۶- البردیسی، اصول الفقہ۔ ص ۳۴۹

۳۷- ابن الصلاح۔ علوم الحدیث۔ ص ۴۸

۳۸- محمود الطحان، الدکتور۔ تیسیر مصطلح الحدیث۔ ص ۱۲۷۔ نشر السنہ۔ ملتان

۳۹- حوالہ بالا۔ ص ۱۳۲

۴۰- حوالہ بالا۔ ص ۱۳۱

۴۱- ابن الصلاح۔ علوم الحدیث۔ ص ۴۸

۴۲- محمود الطحان۔ تیسیر مصطلح الحدیث۔ ص ۱۲۹

۴۳- حوالہ بالا۔ ص ۱۳۲

۴۴- البردیسی۔ اصول الفقہ۔ ص ۳۴۹

۴۵- عبدالکریم زیدان، ڈاکٹر۔ الوجیز فی اصول الفقہ۔ مترجم ڈاکٹر احمد حسن۔ ص ۲۶۱۔ مطبع مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور

۴۶- حوالہ بالا۔ ص ۲۶۱

۴۷- ابراھیم محمد سلقیفی۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی۔ ص ۱۷۱

۴۸- الآمدی، ابوالحسن علی بن ابوعلی بن محمد۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ ۱۳۵/۴

۴۹- الشوکانی۔ ارشاد الفحول۔ ص ۸۲

۵۰- حوالہ بالا۔ ص ۸۱

۵۱- سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفرائض۔ ۳۵۴/۲

۵۲- مالک بن انس۔ الامام۔ الموطا کتاب الأشربہ۔ ص ۶۱۲۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

۵۳- عبدالکریم زیدان۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۳۴

۵۴- حوالہ بالا۔ ص ۲۳۵

۵۵- البردیسی۔ اصول الفقہ۔ ۲۲۴

۵۶- حوالہ بالا۔ ص ۲۲۳

۵۷- عبدالکریم زیدان۔ الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۲۸
۵۸- محمد خالد الاتاسی۔ شرح المجلہ۔ ص ۱۸۱۔ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ
۵۹- الغزالی۔ المستصفیٰ۔ ۱/۱۹۱
۶۰- عبدالرحیم، سر۔ اصول فقہ اسلام۔ مترجم مولوی مسعود علی۔ ص ۱۷۳ منصور مکتب ہاوس کچہری روڈ لاہور
۶۱- الشوکانی۔ ارشاد الفحول۔ ص ۸۳
۶۲- سورہ التوبہ۔ آیت ۱۰۰
۶۳- ابن قیّم۔ اعلام الموقعین ۴/۱۲۵
۶۴- سورہ المجادلہ۔ آیت ۱۱
۶۵- ابن قیّم۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۱
۶۶- سورہ آل عمران۔ آیت ۱۱۰
۶۷- سورہ التوبہ آیت ۱۴۳
۶۸- الشاطبی۔ الموافقات ۴/۷۴
۶۹- سورہ آل عمران۔ آیت ۱۰۱
۷۰- ابن قیّم۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۴
۷۱- سورہ السجدہ۔ آیت ۲۴
۷۲- ابن قیّم۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۵
۷۳- الشاطبی۔ الموافقات۔ ۴/۷۶
۷۴- محمد ناصر الدین البانی۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ۔ ۱/۸۱ المکتبہ الاثریہ۔ سانگلہ ھل پاکستان
۷۵- حوالہ بالا ۱/۷۹
۷۶- سنن ابن ماجہ ۱/۳۸

۷۷- حوالہ بالا ۱/ ۳۸

۷۸- ابن قیّم۔اعلام الموقعین ۴/ ۱۳۳

۷۹- ابن قیّم۔اعلام الموقعین ۴/ ۱۴۸

۸۰- محمد الخضری۔ تاریخ فقہ اسلامی۔ مترجم عبدالسلام ندوی ص ۱۲۴ نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد

۸۱- شبلی نعمانی۔ سیرت النعمان۔ ص ۱۷۱ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام براندرتھ روڈ لاہور

۸۲- البردیسی۔ اصول فقہ۔ ص ۳۵۲

۸۳- حوالہ بالا ص ۳۵۱

۸۴- حوالہ بالا ص ۳۵۳

۸۵- حوالہ بالا ص ۳۵۳

۸۶- الزنجانی۔شھاب الدین محمود بن احمد۔ تخریج الفوع علی الاصول ص ۱۷۹ مؤسسہ الرسالہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲م

۸۷- الآمدی۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ ۴/ ۱۳۰

۸۸- سورہ النساء۔ آیت ۵۹

۸۹- الآمدی۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ ۴/ ۱۳۱

۹۰- سورہ الحشر آیت ۲

۹۱- الآمدی۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ ۴/ ۱۳۲

۹۲- حوالہ بالا ۴/ ۱۳۱

۹۳- حوالہ بالا ۴/ ۱۳۳

۹۴- وھبہ الزحیلی، الدکتور، اصول الفقہ الاسلامی۔ ۲/ ۸۵۵۔ دار الفکر ۱۹۸۶م

۹۵- ابراھیم محمد سلقینی۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی ص ۱۸۳

۹۶- الشاطبی۔ الموافقات ۴/ ۷۸

۹۷- الزنجانی- تخریج الفروع علی الاصول ص ۱۷۹

۹۸- ابراھیم محمد سلقینی- المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی ص ۱۷۳

۹۹- الآمدی- الاحکام فی اصول الاحکام- ۱۳۰/۴

۱۰۰- الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر- مختصر تفسیر طبری- ۳۳۸/۱ دار القرآن الکریم بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳م

۱۰۱- ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ- المتوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن- ۱۷۶۱/۴- دارالمعرفہ بیروت لبنان

۱۰۲- الرازی فخرالدین ابن العلامہ ضیاءالدین عمر المشتہر بخطیب المتوفی ۶۰۴ھ- تفسیر الرازی- ۱۷۲/۲۹ المکتبہ التجاریہ الشامیہ مکہ المکرمہ

۱۰۳- مختصر تفسیر الطبری ۴۸/۱ جلال الدین محم بن احمد المحلی- جلال الدیب عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی- تفسیر الجلالین ص ۲۲۳ تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان

۱۰۴- تفسیر الرازی ۱۰۹/۴

۱۰۵- البانی- سلسلہ الاحادیث الضیعفہ والموضوعہ ۷۸/۱

۱۰۶- الشوکانی- ارشاد الفحول ص ۸۳

۱۰۷- البانی- سلسلہ الاحادیث الضیعفہ والموضوعہ ۷۸/۱

۱۰۸- حوالہ بالا ۷۸/۱

۱۰۹- الشوکانی- ارشاد الفحول ص ۸۳

۱۱۰- البانی- سلسلہ الاحادیث الضیعفہ والموضوعہ ۷۸/۱

۱۱۱- محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث- ص ۸۹

۱۱۲- البانی- سلسلہ الاحادیث الضیعفہ والموضوعہ ۸۱/۱

۱۱۳- حوالہ بالا ۸۱/۱

۱۱۴- حوالہ بالا ۸۱/۱

۱۱۵- حوالہ بالا ۸۱/۱

۱۱۶- حوالہ بالا۸۱/۱

۱۱۷- حوالہ بالا۸۱/۱

۱۱۸- حوالہ بالا۸۰/۱

۱۱۹- حوالہ بالا۸۰/۱

۱۲۰- حوالہ بالا۸۰/۱

۱۲۱- الشوکانی- ارشاد الفحول- ص ۸۳

۱۲۲- الحاکم النیشا بوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ- معرفہ علم الحدیث ص ۱۱۴ منشورات المکتب التجاری للطباعہ والتوزیع والنشر بیروت ۱۹۷۷م

۱۲۳- الشوکانی- ارشاد الفحول- ص ۸۳

۱۲۴- صحیح بخاری کتاب الانبیاء- ۴۲۱/۲

۱۲۵- الشوکانی- ارشاد الفحول- ص ۸۳

۱۲۶- شبلی نعمانی- سیرت النعمان- ص ۱۷۲

۱۲۷- الآمدی- الاحکام فی اصول الاحکام ۱۳۲/۴

۱۲۸- حوالہ بالا۱۳۰/۴

۱۲۹- البانی- سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ- ۸۳/۱

۱۳۰- الموطا- کتاب الرضاع ص ۴۳۲

۱۳۱- النیشا بوری- معرفہ علوم الحدیث- ص ۲۳

۱۳۲- سورہ البقرہ- آیت ۱۵۴

۱۳۳- سورہ الفتح- آیت ۱۸

۱۳۴- صحیح بخاری کتاب الانبیاء ۳۸۰/۲

۱۳۵- ترمذی، جامع ترمذی- مترجم علامہ بدیع الزماں ص ۷۵۴/۲ کارخانہ اسلامی کتب کراچی

۱۳۶- ابن قیم اعلام الموقعین ۱۳۱/۴

۱۳۷- حوالہ بالا۴/۱۲۳

۱۳۸- النیشا بوری معرفہ علوم الحدیث ص ۲۲-۲۴

۱۳۹- ابن قیم اعلام الموقعین ۴/۱۳۲

۱۴۰- الغزالی۔ المستصفی من علم الاصول و بذیلہ فواتح الرحموت۔ ۲/۱۵۹

۱۴۱- ابن قیم اعلام الموقعین ۴/۱۲۲

۱۴۲- حوالہ بالا۴/۱۱۹

۱۴۳- محمد اقبال، ڈاکٹر۔ تشکیل جدید الہیت اسلامیہ مترجم سید نذر نیازی ص ۲۵۵ بزم اقبال نرسنگھ داس گارڈن۔ کلب روڈ لاہور

۱۴۴- مناظر احسن گیلانی۔ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۳۰۷ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳

۱۴۵- ولی اللہ شاہ۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۶۹ فرید بک سٹال۔ اردو بازار لاہور

۱۴۶- سورہ البقرہ۔ آیت ۲۲۳

۱۴۷- ابن الصلاح علوم الحدیث ص ۵۰

النیشا بوری۔ معرفہ علوم الحدیث ص ۲۰

۱۴۸- سورہ الجمعہ۔ آیت ۱۱

۱۴۹- صحیح بخاری۔ کتاب البیوع۔ ۱/۲۷۵

۱۵۰- محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث۔ ص ۱۳۲

۱۵۱- صحیح بخاری۔ کتاب الصوم ص ۱/۲۸۴

۱۵۲- مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ کتاب الصیام ۲/۷۸۰۔ احیاء الراشالعری بیروت

۱۵۳- ابراھیم محمد سلقینی۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی ص ۱۷۳